Lesson 2: Al-Isra (Ayaat 11- 22): Day 6 سُوۡرَةُ بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡل / الۡاِسۡرَآء کی تفسیر

سورۃ بنی اسرائیل: برائے راست آیت پہ جانے سے پہلے ہم آج اس سبق کا خلاصہ دیکھیں گے کہ اس مختصر سبق میں اللہ تعالی نے ہمارے لئے کیا سبق رکھا ہے۔ سب سے پہلی چیز جو آج اس سبق میں آئے گی وہ انسان کا جلد باز ہونا ہے کیونکہ انسان کو غیب کی باتیں نہیں معلوم ہوتی، آنے والے وقت میں کیا چھپا ہوا ہے اس کو نہیں جانتا۔ تو فوراً ہی کسی بات پہ پریشان بھی ہو جاتا ہے اور اسی طرح وقتی خوشی پہ خوش بھی ہو جاتا ہے۔

اسی طرح ہم اس سبق میں دیکھیں گے کہ دُعاؤں میں جلدی خیر کا جلدی مانگنا اور شر کا جلدی طلب کرنا کیا ہے؟ پھر دوسری چیز یہ دیکھیں گے کہ اس کائنات میں مسلسل تبدیلیاں ہو رہی ہیں اور خوشیوں میں سے غم اور غموں میں سے خوشیاں نکلتی ہوئی ملیں گی اور اسکی مثال رات اور دن کے باری باری آنے اور جانے میں ہے۔ یہ اتنی حیرت ناک چیز ہے کہ ہم اس پہ جتنا حیران ہوں تھوڑا ہے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ اگر دن ہے تو ایسے لگتا ہے کبھی ختم نہیں ہو گا۔ ابھی اس وقت بھی آپ جہاں بیٹھ کے سن رہے ہیں، اپنی کھڑکی سے باہر دیکھیں تو آپ کو یہ پتا چل جائے گا کہ سورج چمک رہا ہے۔ کسی جگہ ہو سکتا ہے شام ہو، کسی جگہ رات ہو، اب آپ ذرا چند سیکنڈ غور کریں کہ کیا یہ دن تھوڑے گھنٹے کے بعد ختم ہو جائے گا؟ کیا یہ چلا جائے گا؟

اگر آپ نے کبھی یہ منظر پہلے نہ دیکھا ہو تا تو آپکی عقل کہے گی کہ یہ کبھی نہیں ہو گا۔ آپ ٹکٹکی باندھ کے اس کھڑکی کو دیکھتے ہی رہ جائیں گے اور چند لمحوں میں باہر کا ماحول بدلنے لگے گا۔ اور کچھ دیر پہلے جو اتنا کھلا ہوا دن تھا۔ یہ اندھیروں میں بدل جائے گا۔

یہی زندگی کا معاملہ ہے۔ اللہ تعالی نے ہمیں یہی سکھایا ہے کہ خوشیوں میں اتنے نہ خوش ہو جاؤ کہ آنے والے غموں کو برداشت ہی نہ کر سکو اور کوئی دکھ آ گیا ہے تو ڈپریشن میں نہ چلے جاؤ کہ اللہ نے جو آنے والے وقت میں تمھارے لئے جو خوشیاں رکھی ہیں تم اس کو سنبھال ہی نہ سکو اور یہ اللہ کی قدرت کی اتنی بڑی نشانی ہے جو دن میں دو بار ہم دیکھتے ہیں (۔ان اللہ علی کل شیٔ قدیر) اس پہ ہونا یقین آ جاتا ہے۔ انسان کا یہی یقین انسان کی زندگی میں خیر کا سبب بنتا ہے۔ کرنے کی بات کیا ہے کہ جب رات آئے تو صبح کا انتظار کرو۔ یعنی غموں میں اچھے دنوں کا انتظار کرو اور جب دن آئے تو پھر بھولو نہ کہ رات آئے گی، یعنی خوشی کے بعد کوئی غم چھپا ہو گا۔ اس سے یہ ہو گا کہ انسان اپنے آپ کو قابو میں رکھے گا۔ ورنہ انسان نہ خوشیوں کے پرچے میں پاس ہو تا ہے اور نہ غموں کے پرچے میں کامیاب ہو تا ہے اور ایک لاشعور انسان کی طرح اس دنیا سے دکھ سکھ کے ساتھ زندگی گزار کر آگے پہنچ جاتا ہے ، جہاں اللہ کی ذات اس سے حساب لینے کے لئے آگے موجود ہے۔ پھر اسکے بعد اس سبق میں اگلی چیز ہے؛

انسان کا نامۂ اعمال! ہر انسان کے گلے میں اللہ تعالی نے اسکا نامہ اعمال اس طرح لٹکا دیا کہ وہ دیکھنے میں نہ نظر آئے، لیکن فرشتے دیکھ رہے ہیں اور فرشتوں کو صاف دکھ رہا ہے کہ اس بندے کی زندگی کس قسم کے کاموں سے بھری پڑی ہے۔

دنیا میں بعض دفعہ کچھ چیزیں ہمیں نظر نہیں بھی آتیں لیکن سوچ میں وہ ہمیں نظر آ جاتی ہیں۔ بالکل اسی طرح سے ہمیں اپنے نامہ اعمال کو دیکھنا ہے۔ ہر لمحے انسان اسی کی فکر میں لگا رہے کہ میرا نامہ اعمال کس قسم کا بن رہا ہے اور آپ آج کے دور میں اسکو سمجھنا مشکل بھی نہیں ہے۔

آج سے چند سال پہلے ہم سوچ نہیں سکتے کہ یہ ہو گا، لیکن آج دیکھ لیجئے چھوٹے چھوٹے گیجٹس نے اللہ تعالی کی قدرت کو سمجھنا کتنا آسان کر دیا کہ آج ہم اس پہ غور و فکر کر سکتے ہیں۔ کرنا کیا ہے؟

اس 'نامہ اعمال' کو کہ بہترین انٹری سے بھرنا ہے اور اسی کی فکر کرنی ہے۔ ہم اللہ کی قدرتوں کو نہیں جانتے، خاص طور پر پچھلی آیتوں میں جو پیغام ہے، کہ شر اور خیر انسان کے ساتھ لگا ہوا ہے، تو یہاں نامہ اعمال میں یہ بھی بتادیا کہ اگر تم اپنی زندگی میں ہونے والی چیزوں کو خود نہیں پہچان پارہے لیکن اللہ سے تو دعا مانگ سکتے ہو کہ اللہ میرے ساتھ جو بھی معاملہ کرنا خیر کا معاملہ کرنا۔

پھر اسکے بعد اگلی چیز جو ہم اس سبق میں دیکھیں گے وہ ہے انسان کا هدایت کو طلب کرنا۔ هدایت مانگنے سے ملتی ہے، بغیر طلب کے هدایت نہیں۔ جتنی طلب اتنی هدایت لیکن لوگ اس هدایت کے بغیر ہی زندگی گزار کے اس دنیا سے جانے لگتے ہیں۔ نتیجہ کیا ہوتا ہے جو کرنا ہوتا ہے وہ بھی نہیں کر پاتے۔ تو اللہ تعالی کی ایک سنت ہم دیکھیں گے کہ جب تک لوگوں کی هدایت کا انتظام نہ کرے، پکڑتا نہیں ہے۔ یعنی اللہ تعالی بھولے بھالے، معصوم لوگوں کو نہیں پکڑتا۔ پکڑتا کب ہے؟

جب وہاں کوئی ایسا پیغام دینے والا آجاتا ہے جو اللہ کا پیغام دے سکے اور پھر اسکے بعد لوگ اس سے فائدہ نہیں اٹھاتے۔ تو ہمارا اس پہ یہی عمل ہونا چاہیئے کہ جب بھی کبھی ہمیں هدایت پانے کا موقع ملے اور خاص طور پہ دین کو سیکھنے کا موقع ملے تو اس کو ضرور قبول کرنا چاہیئے۔

پھر اگر سارا معاشرہ کچھ اور بھی کر رہا ہو گا تو ہمیں پکڑ نہیں ہو گی۔ پھر اس میں ہم دیکھیں گے کہ اللہ نے حضرت نوح علیہ اسلام کی قوم اور اس کے بعد کی بستیوں کی مثال دی کہ جب لوگ هدایت سے فائدہ نہیں اٹھاتے تو پھر اللہ تعالی ان کو کیسے پکڑتا ہے؟ پھر جو بہت ہی خوبصورت اور آخری مضمون

سبق کا ہو گا دنیا کو عَاجِلَة کہنا مَنۡ كَانَ يُرِيۡدُ الۡعَاجِلَةَ عَجَّلۡنَا لَهٗ فِيۡهَا مَا نَشَآءُ لِمَنۡ نُّرِيۡدُ۔ اس میں ہم دیکھیں گے کہ جو دنیا کا طلب گار ہو تا ہے، دنیا اسکو ملتی ہے، مگر اتنی نہیں جتنی وہ چاہتا ہے بلکہ اتنی ملتی ہے جتنی اللہ چاہتے ہیں۔ تو ہوا تو وہی جو اللہ نے چاہا۔ پھر اپنی خواہش کو اللہ کی چاہت کے سپر د کر کے انسان محفوظ ہو جائے۔

یہاں ہم دیکھیں گے کہ دنیا کا لفظ عَاجِلَة کہا گیا۔ دنیا عربی کا لفظ ہے، دنیا کا لفظ ہو، عَاجِلَة کا لفظ ہو ، مونث کے لفظ ہیں۔ ادنا عربی میں قریب کی چیزوں کو کہتے ہیں۔ اسی سے دنیا اور اعجل مذکر ہو گا۔

جلدی ملنے والا، تو عَاجِلَة دنیا جلدی ملنے والی، یعنی ہم ان آیتوں میں دیکھیں گے کہ دنیا نقد کا سودا ہے۔ یہاں راحت بھی جلد مل جاتی ہے اور اسکی تکلیف بھی فوراً محسوس ہو جاتی ہے۔ لیکن اس کے مقابلے میں عَاجِلَة کا مخالف اٰخِرَة، اکثر دنیا کے مقابلے میں آتا ہے۔ تو اٰخِرَة کیوں ہے، کیونکہ ذرا نظروں سے ہٹی ہوئی ہے۔ بتایا بھی جا رہا ہے کہ دنیا کی عیش اور دنیا کی شہرت حاصل کرنے کی خواہش رکھنے والے اسی کے لئے دوڑ دھوپ اور محنت اور پلیننگز کرنے والے کسی حد تک اس عَاجِلَة کو پانے میں کامیاب ہو بھی جاتے ہیں لیکن

End of the day ملے گا وہی جو اللہ چاہے گا لیکن جو آخرت کو چاہیں گے اللہ اُن کو دنیا بھی دے گا اور جو نہیں چاہیں گے تو ایسے لوگوں کو اللہ جہنم میں ڈال دے گا۔

پھر اسی میں ایک اور مضمون آئے گا کہ دنیا تو کسی حد تک صرف ارادوں سے مل جائے گی، لیکن آخرت کے لئے اس کے لئے جتنی کوشش کرنی چاہیئے، اتنی کوشش کریں گے تو ملے گی۔ تو گویا اللہ تعالی نے ہمیں ترجیہات کو ری سیٹ کرنے کا موقع دیا۔

قرآن پڑھتے وقت ہماری ترجیحات ری سیٹ ہو جاتی ہے۔ اور انسان اس دنیا کے پیچھے بھاگنے کے ساتھ ساتھ آخرت کے پیچھے بھی بھاگنے والا بن جاتا ہے۔ پھر نتیجہ کیا نکلتا ہے کہ اللہ کی طرف سے اس کے لئے راستے بھی آسان ہو جاتے ہیں اور بس آخری آیتوں میں شرک کا بیان ہے۔ جس کا تعلق اگلی آیتوں سے ہو گا۔ تو آپ دیکھ سکتے ہیں کہ اس سورۃ میں کس حد تک ہمیں خیر مل رہی ہے۔ بلکہ خاص طور پہ اس میں جو ہمیں جو مضامین دکھتے ہیں، لگتا ہے اللہ تعالی کی طرف سے پورے قرآن کی ہمارے لئے ایک الہامی ترتیب اس وقت عطا کی ہیں۔ ہم اس وقت قرآن کی چوٹی پہ پہنچے ہوئے ہیں۔

Midle of the Quran اور یہاں ایک اُمت کو اُمتِ وسط بننے کے طریقے سکھائے جا رہے ہیں۔ اگر آپ محسوس کر رہے ہیں تو دوسرے پارے کے ساتھ یہ پارہ بہت ملتا ہے۔ خاص طور پہ یہ سورۃ وہاں کیا تھا کہ تم کو ایک اُمتِ وسط بنایا، اور یاد کیجیئے شروع میں کیا تھا قبلے کی تبدیلی؛ یہاں بھی دیکھ لیجئے

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ سے پارہ شروع ہوا اور ساتھ ہی بنی اسرائیل کی تاریخ، پتا کیا چلا کہ اس تاریخ کو مت دہراؤ۔ کل انھوں نے جو کیا، نتیجہ وہی نکلا، آج تم جو کر رہے ہو تمہارا نتیجہ بھی وہی نکلے گا!

آیئے آیتوں کے ساتھ سبق کو شروع کرتے ہیں۔

اللہ تعالی سے دعا کریں گے کہ ایک ایک بات ہمارے دلوں میں اُتر جائے۔

وَيَدۡعُ الۡاِنۡسَانُ بِالشَّرِّ دُعَآءَهٗ بِالۡخَيۡرِ‌ؕ وَكَانَ الۡاِنۡسَانُ عَجُوۡلًا ﴿۱۱﴾

انسان شر اُس طرح مانگتا ہے جس طرح خیر مانگنی چاہیے انسان بڑا ہی جلد باز واقع ہوا ہے ﴿۱۱﴾

یہاں سے سبق کا آغاز ہے۔ یہاں پہ انسان کے جذباتی اور جلد باز ہونے کا ذکر ہے۔

اللہ سبحان و تعالی فرماتے ہیں یہ انسان جس کو میں نے ہی بنایا، اس کے اندر اور باہر کا سب علم رکھتا ہوں۔ انسان کو اپنے حقیقی نفع و نقصان کا چونکہ پتا نہیں ہوتا اس لیے وقتی طور پر نفس کی خواہشات کی تکمیل کے لئے بے چین ہو جاتا ہے۔ انسان کی نگاہ اتنی کمزور ہے کہ وہ سمجھتا ہے جو ہو رہا ہے اس طرح نہ ہو بلکہ جو میں سوچ رہا ہوں وہ ہو جائے، اس میں خیر ہو گی۔ لیکن انسان یہ بھول جاتا ہے جس نے اس کو پیدا کیا اللہ سبحان و تعالی نے جو اس کے نفع نقصان کو بہتر جانتا ہے، اللہ کے ہر کام میں حکمت ہوتی ہے۔ لھٰذا اللہ تعالی کبھی بھی انسان پہ ظلم نہیں کرتا۔

اس آیت کو ہم مختلف طریقوں سے سمجھ سکتے ہیں۔ کہ انسان کس وقت اس طرح کی باتیں کرتا ہے کہ خیر کی جگہ اس کو شر مل جائے۔ اس کی ایک وجہ ہوتی ہے 'جذباتیت'۔ بعض اوقات انسان جذبات میں آکر منہ سے غلط باتیں نکالتا ہے۔ جسے کہ عورتیں زیادہ جذباتی ہوتی ہیں۔ جذبات میں آکر منہ سے غلط باتیں نکالنا شروع کر دیتی ہیں۔ مثلاً اللہ کو کہنا کہ یا اللہ میرے بچے کو میری بھی عمر لگا دے۔

یا اگر کسی سے ناراض ہوئے تو کہہ دینا کہ اس کو کل کی آتی ہوئی آج آجائے، کسی کی موت اس کو آجائے۔ جذباتیت کی بنیاد پر بات کرنا۔ یہ اچھی بات نہیں ہے۔

دوسری اس کی وجہ ہوتی ہے خواہشات کا غلبہ بعض اوقات انسان کے اوپر خواہشات اتنی غالب آجاتی ہیں کہ اس کی وجہ سے انسان اتنا تھوڑدلا ہو جاتا ہے کہ غلط باتیں کرنے لگتا ہے۔

مثال کے طور پر اگر کسی کو اللہ تعالیٰ نے بیٹا نہیں دیا، بیٹی نہیں دی یا اولاد نہیں دی۔ اب اس بات کو غم بنالینا اور زبان سے اس قسم کی باتیں کرنا کہ مثلاً اگر قسمت میں میری بیٹا نہیں تو بیٹی ہی دے دے۔ کبھی بندہ اپنے لئے ڈیئریکٹ یا ان ڈائیریکٹ ایسے شر مانگ لیتا ہے، مثلاً ہو سکتا ہے آپ کے حق میں بیٹا اچھا نہیں تھا اللہ نے نہیں دیا اس کا نہ ہونا آپ کے لئے بہت بڑی غنیمت ہے۔

سورت الکھف میں ہم پڑھیں گے کہ حضرت خضر علیہ اسلام نے ایک بچے کو قتل کر دیا تھا کہ وہ بڑا ہو کر اپنے والدین کے لئے ذلت اور رسوائی کا سبب بنتا۔

اس طرح جب انسان اپنی تقدیر پر راضی نہیں ہوتا تب بھی وہ اپنے لئے غلط انداز میں شر مانگنے لگتا ہے۔

پھر ایک اور وجہ بھی ہے اکتاہٹ!! بعض اوقات انسان اکتا کر حالات سے تنگ آکر بد دعائیں دینے لگتا ہے۔ بعض اوقات مائیں خود اپنے بچوں کو بد دعائیں دینے لگتی ہیں تم مر ہی جاو، زندگی عذاب بنا رکھی ہے۔ بعض اوقات شوہر کام نہیں کرتے تو عورت تنگ ہو کر کہتی ہے نکھٹو سارا دن بستر توڑتے رہتے ہو اس کو یہ ہو جائے اسکو وہ ہو جائے۔

ایک عورت تھی اسکے شوہر اتنا نہیں کماتے تھے۔ کہتی یہ مر جائے تو بہتر ہے، لوگ ترس کھا کر مجھے کچھ نہ کچھ دے تو دیں گے میری مدد کر دیں گے۔ اس طرح کی باتیں نہیں کرنی چاہئیں۔ یہ ناسمجھی کی باتیں ہیں۔ ایک ہوتی ہے کوتاہ نظری، انسان کی نظر تھوڑا دیکھتی ہے۔ بعض اوقات انسان کو وہ فوائد نظر نہیں آرہے ہوتے جو کسی شر کے اندر چھپے ہوتے ہیں۔

یہ ایسے ہے جیسے ڈاکٹر کسی بندے کو آپریشن سے پہلے بیہوش کرتے ہیں۔ اب اسکا فائدہ مریض کو ہے لیکن مریض کو وہ فائدہ نظر نہ آئے اور وہ کہے مجھے بیہوش نہیں ہونا، تم ایسے ہی میرا پیٹ کاٹ لو، پتا نہیں میں دوبارہ ہوش میں آسکوں گا کہ نہیں، تو یہ کوتاہ نظری ہوتی ہے۔

حالات سے تنگ آکر ایسا نہیں کرنا چاہیئے۔ آپ کو کیا معلوم اللہ آپکو کسی مشکل میں ڈال کر کتنی بڑی خیر دینا چاہتا ہے۔ آپ دیکھیں کہ اسلام کتنا خوبصورت دین ہے کہ انسان کو مشکل میں ڈال کر راحت دینا چاہتا ہے۔

اسلام نے تو بیماریوں کو بھی خوشیوں کا سبب بنا دیا۔ آپ کو پتا چلے کوئی بیمار ہے، آپ کہیں الحمدللہ۔

کوئی سنے گا تو کہے گا آپ الحمدللہ کہہ رہے ہیں کیا آپ اسکے دشمن ہیں۔ نہیں، بلکہ اس بات پہ شکر ہے کہ اللہ نے اسکو کسی اور بڑی بیماری سے بچا لیا۔ یہ چھوٹی سے بیماری لا کر اللہ تعالی نے مستقبل میں آنے والی کسی بڑی بیماری کو ختم کر دیا۔

اب سوچیں کسی کو اللہ نہ کرے ٹی بی ہو جاتی ہے۔ روتے ہیں کہتے ہیں یہ بیماری مجھے ہی لگنی تھی میں نے اللہ کا کیا بگاڑا تھا نعوذ باللہ۔ آپ سوچیں یہ بیماری اسکو نہ ہوتی اور اسکے جوان بچے کو ہو جاتی پھر۔ بچنا تو اللہ کے حکم سے ہے۔ شفا بیماری کچھ بھی ہے اللہ کے حکم سے ہونا ہے۔

اب دیکھیں غصہ کبھی کبھار اتنے غصے میں انسان ہوتا ہے کہ اپنی ہی اولاد کو بد دعا دیتا ہے کہ تم مر ہی جاو اور تمہیں یہ اور یہ ہو جائے۔ اور پھر اسطرح مایوسی بعد دفعہ موت مانگنے لگ جاتے ہیں۔

حدیث میں ہے۔ اگر کوئی اپنی زندگی سے مایوس بھی ہو جائے تو بھی موت نہ مانگے۔ بلکہ کہے اللہ تعالی جب تک میرا زندہ رہنا بہتر ہے تو میرے لئے خیر کا معاملہ کر دے۔

پھر اس طرح انسان ایک اور طرح سے شر مانگتا ہے کہ کسی طرح میرے گناہوں کا کفارہ ہو جائے یعنی کہنا کہ اللہ تعالی مجھے دنیا میں ہی ساری تکلیفیں دے دے اور آخرت میں مجھے بخش دے یہ تو اور بھی بُری بات ہے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ایک شخص کو دیکھا سوکھ کے کانٹا ہو چکے تھے، بستر سے لگ چکے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تم کیا دعا مانگتے ہو؟ کہنے لگا میں اللہ سے دعا مانگتا ہوں جو بھی تکلیف ہے تو مجھے دنیا میں دے دینا، آخرت میں نہ دینا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کس میں طاقت ہے کہ اللہ کی دی ہوئی تکلیفوں کو سہہ سکے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم یہ دعا کیوں نہیں پڑھتے۔

(رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ) اس شخص نے کہا آج کے بعد یہی دعا پڑھوں گا۔ اُنہوں نے جو نہی یہ دعا مانگی، کچھ دن کے بعد وہ بیمار ٹھیک ہو گئے۔ پتا چلا کہ وہ اپنی اس دعا ہی کی وجہ سے تکلیف اور بیماری میں مبتلا تھے۔

اسی طرح کچھ لوگ نا سمجھی میں تنگ آ کر اکثر کہتے ہیں جس دن میں مر گئی تو تم کو پتا لگے گا، میرا احساس ہو گا۔ جب میں نہیں ہو نگی تو یاد کرو گے، روؤ گے۔ کبھی بھی اسطرح کی بات نہ کیا کریں۔

اللہ تعالی فرماتے ہیں؛ اور انسان شر کی دعا مانگتا ہے جیسے وہ بھلائی کے لئے دعا مانگتا ہے۔ جس طرح خیر کی دعا مانگی چاہیے تھی ویسے ہی بد دعائیں مانگنے لگتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اسمیں کفار مکہ کے عذاب مانگنے کا بھی اشارہ ہے۔ ہم سورت انفال میں بھی پڑھ چکے ہیں؛ کہتے تھے کہ اللہ تعالی اگر ہم حق پہ نہیں ہیں تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا دے۔

تو ہمیں کہا گیا ہے کہ اس طرح کی بد دعائیں نہ کرو۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ مسلمانوں کے لئے رہنمائی ہے جو کفار کے ظلم سے تنگ آ کر ان کے لیے بد دعا کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر کوئی کہتا ہے کہ فلاں ملک کے سارے کافر مر جائیں۔ آپ نے دعا کی آپ کو کیا پتا کہ ان میں سے کتنے بعد میں مسلمان ہونے والے تھے۔ اب آپ کی اس دعا پہ کوئی زلزلہ آئے اور پورا ملک ختم ہو جائے۔ آپ نے کتنوں کو ایمان کی دولت سے محروم کر دیا۔

ایک بدترین قسم کی جو بد دعا ہوتی ہے وہ انسان اپنی اولاد کے لئے مانگتا ہے۔

کچھ مفسرین کی یہاں پہ بات ہے کہ کچھ والدین اپنی اولاد کے رویے سے تنگ آ کر ان کے لئے موت کی دعا مانگنے لگتے ہیں۔ آپ کو کیا پتا آج یہ بچہ جو آپ کو اتنا تنگ کر رہا ہے، آپ کے کتنے گناہ جھاڑ رہا ہے۔ دیکھیں لکڑیاں خود جل جاتی ہیں لیکن دوسروں کو آگ دے جاتی ہیں۔ روشنی بھی دیتی ہیں حرارت بھی دیتی ہیں۔

بعض غم جو بچے ہمیں دے رہے ہوتے ہیں یہ ہمیں جہنم کی آگ سے بچا رہے ہوتے ہیں۔ ایک لمحے کے لئے بچے کو الگ کر دیں۔ کل قیامت کے دن کسی کو پرواہ بھی نہیں ہو گی، بچہ گیا ہے جنت میں، جہنم میں یا ماں گئی ہے۔ آپ جہاں ہو نگی آپ کو بس وہاں کی فکر ہو گی۔

اب دیکھیں حضرت نوح علیہ اسلام آنکھوں کے سامنے بیٹا ڈوبا۔ اللہ نے چوٹ دے کر نوح علیہ اسلام کے کتنے درجے بلند کئے۔ بعض اوقات اولاد کے جو ستانے والے جملے ہوتے ہیں وہ آپ کو آپ کی اوقات یاد دلاتے ہیں۔ کہ جس طرح یہ بچہ میری نہیں مانتا مجھے برا لگتا ہے تو جب میں اللہ کی نہیں مانتی ہو نگی تو اللہ کو کتنا برا لگتا ہو گا۔

اسی طرح جب بچہ آپ کو تنگ کرتا ہے اس وقت دل سے بد دعا کی بجائے دعا نکل جائے، تو آپ سورت القصص میں پڑھیں گے "کون ہے جو مضطر کی دعا کو قبول کرے جب وہ پکارے۔" اس وقت آپ مضطر ہیں۔

سب سے زیادہ غم انسان کو اولاد کا لگتا ہے۔ اس وقت دکھ میں مستجاب الدعا بن جائیں۔ دعا دیں بد دعا نہ دیں۔

عبد اللہ بن مبارک کے بارے میں آتا ہے کہ شروع کی زندگی میں چوری کی طرف مائل تھے۔ ان کے باپ بہت نیک تھے۔ یہ وہی ہیں جن کے بارے میں آتا ہے کہ ان کے باپ کسی جگہ کام کرتے تھے ان کے مالک نے کہا کہ کہیں سے فروٹ لاؤ وہ گئے اور اُسی کے باغ سے انگور توڑ لائے، مالک نے کھائے تو کھٹے۔ پھر لائے کھائے تو کھٹے، تو مالک کو غصہ آ گیا۔ مالک کہنے لگا تم کو پتا نہیں کہ کھٹا اور میٹھا کیا ہوتا ہے۔

انھوں نے کہا کہ نہیں میں نے کبھی نہیں چکھا کیونکہ یہ تو امانت ہے، کیسے کھا سکتا ہوں۔ کہتے ہیں کہ مالک اتنا متاثر ہوا کہ کتنا ایماندار ملازم ہے۔ یہ انھی کے بیٹے تھے، لیکن چوری کی طرف مائل تھے اور ایک دن کسی جگہ چوری کے لئے گئے اندر سے آواز آئی؛

کیا وہ وقت نہیں آیا کہ ایمان والوں کے دل اللہ کے خوف سے پگھل جائیں۔ بس کھڑے ہو گئے، رونے لگے کہنے لگے اللہ وہ وقت آ گیا، وہ وقت آ گیا۔ اور چوری سے توبہ کی نیک ہوئے آپ کو پتا ہے کون تھے، یہ امام ابو حنیفہ کے استاد تھے۔ بڑے بڑے محدثین نے ان سے فائدہ اٹھایا۔

تو بات یہ ہے کہ دکھی دل سے دعا جس طرح قبول ہوتی ہے اس طرح بد دعا بھی قبول ہوتی ہے۔

کوئی بھی ستائے وہ بچہ ہو، بیوی ہو، شوہر ہو، نند ہو، ساس ہو، بہو ہو، دیور ہو، یا دیورانی ہو آپ اسکو اس وقت دعا دے دیں۔ اللہ آپکی دعا قبول کرے گا۔ آپ کے لئے تو خیر ہے، غیب کا پردہ کھل جائے گا تو ہمیں ہر غم خوشی لگنے لگے گا۔

لیکن انسان اکثر یہ کرکیوں نہیں پاتے کیونکہ وَكَانَ الْإِنسَانُ عَجُولًا انسان بہت جلد باز واقع ہوا ہے۔

(عَجُولًا) کا لفظ آگے آرہاہے اس وقت ہم اسکو وضاحت سے دیکھیں گے۔ لیکن ع،ج،ل اسکا روٹ ہے عجلت، تیزی جلدی دکھانا۔ پھر اللہ تعالیٰ فطرت کا اصول بتارہے ہیں کہ تم کیوں جلدی کرتے ہو، ایک دم گرم چیز ٹھنڈی ہو جائے۔ ٹھنڈے کو گرم کرو، کیا ایک دم گرم ہو جاتا ہے، وقت لگتا ہے۔

اسکی مثالیں کائنات سے دکھائی جارہی ہیں۔ آیت نمبر ۱۲ میں؛

وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ آيَتَيْنِ فَمَحَوْنَا آيَةَ اللَّيْلِ وَجَعَلْنَا آيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوا فَضْلًا مِّن رَّبِّكُمْ وَلِتَعْلَمُوا عَدَدَ السِّنِينَ وَالْحِسَابَ ۚ وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنَاهُ تَفْصِيلًا ﴿١٢﴾

دیکھو، ہم نے رات اور دن کو دو نشانیاں بنایا ہے رات کی نشانی کو ہم نے بے نور بنایا، اور دن کی نشانی کو روشن کر دیا تاکہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کر سکو اور ماہ و سال کا حساب معلوم کر سکو اِسی طرح ہم نے ہر چیز کو الگ الگ ممیز کر کے رکھا ہے ﴿١٢﴾

نمبر ۱: ہم نے رات اور دن کو اپنی قدرت کی دو نشانیاں بنا دیا۔ پھر ہم نے مدھم کر دیا رات کی نشانی کو اور بنا دیا دن کی نشانی کو روشن، کیوں بنایا؟ تاکہ کالے پردے تان کے سوتے رہو۔ نہیں! بلکہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کر سکو

اور دوسری بات: اور اس لئے بھی کہ برسوں کا شمار اور حساب معلوم کر سکو اور اللہ نے ہر چیز کو خوب تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔

اللہ نے بتا دیا کہ دیکھو دن کو رات میں ڈھلنے میں کچھ وقت لگتا ہے۔ تمہاری دعاؤں کی قبولیت میں بھی وقت لگے گا۔

تمہارے حالات کے بدلنے میں بھی وقت لگے گا۔ یہ کائنات انسان کو انتظار اور صبر کا درس دیتی ہے۔

نہ ہم نے کائنات دیکھی، نہ سبق سیکھے، نہ ہمارے پاس وقت ہے پتوں، پھولوں، درختوں، پہاڑوں سے باتیں کریں اور نہ سیکھیں۔

آپ یقین کریں دنیا کی اگر ساری کتابیں پھاڑ دی جائیں، اللہ نہ کرے قرآن ختم ہو، ساری احادیث ختم کر دی جائیں۔ آنے والے بچے اس کائنات سے پورے کا پورا دین لے سکتے ہیں۔

ہم نے کبھی سوچا ہی نہیں ہوتا کہ یہ صرف درخت ہی نہیں کھڑے ہوتے، یہ اُستاد کھڑے ہوئے ہیں۔ یہ پہاڑ نہیں ہمارے استاد ہیں، یہ ہوائیں نہیں ہماری استاد چل رہی ہیں۔

ایک ایک چیز میں سبق ہے۔ کبھی آپ نے پتلی سی درخت کی ڈالی کو دیکھا ہے، کتنی کمزور سی ہوتی ہے۔ مگر اس نے اپنے اوپر کتنا وزن اٹھا رکھا ہوتا ہے۔ فطرت ہمیں سکھاتی ہے اگر یہ کمزور ڈالیاں کھڑی ہیں تو پھر ہم کیوں نہیں کھڑے رہ سکتے۔

اس کائنات سے سبق لینے کے لئے اندر کی آنکھ کھولنی پڑتی ہے اور ذرا غموں کو کم کرنا پڑتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کہہ رہے ہیں دیکھو ان دونوں کو، رات دن کو اس میں نشانیاں ہیں۔ کون ہے جو دن کو رات،

رات کو دن میں بدل رہا ہے، یہ اللہ ہی ہے۔ ان کو دیکھو، تمہارا بھی غم ڈھلے گا، تمہاری بیماریاں بھی دور ہونگی، تمہاری پریشانیاں بھی دور ہونگی۔

آج اگر قرآن سمجھ نہیں آرہا، تو آئے گا۔ آج گرائمر نہیں آرہی، کل آئے گی۔ آج مخارج ٹھیک نہیں ہیں کل ہوں گے ٹھیک، غم کیوں کرتے ہو، روتے کیوں ہو۔ آپ نے دیکھا ہے جو ڈالی جتنی جھکی ہوتی ہے اس پہ اتنا پھل لگا ہوتا ہے کمزور سی ڈالی۔

اللہ تعالی بتا رہا ہے کہ اس کائنات سے سبق حاصل کرو۔ ہم نے کیسے اس کائنات کو کھڑا کر دیا۔ یہ کائنات تمہارے لئے کیا کچھ کر رہی ہے، تو تم اپنے معاملات کو درست کرو۔

یہ جو لفظ ہے فَمَحَوْ۔ م ح و، اردو میں بھی ہم بولتے ہیں محو ہو گیا، یہ چیز میرے ذہن سے محو ہو گئی۔ نکل گئی، ہٹ گئی۔ عربی زبان میں محو کیا ہے کسی چیز کو مٹا دینا۔ یا اس کے اثر کو زائل کر دینا ۔ مدھم کرنے کے معنوں میں، دھندلا دینا، وہ داغ جو چاند میں نظر آتا ہے۔، عرب لوگ اسکو محو کہتے تھے۔

(فَمَحَوْنَآ) یہاں اِس سے مراد چاند کی روشنی جو آہستہ آہستہ گھٹتی جاتی ہے اور یہاں تک کہ مہینے کے آخر میں روشنی بے نور ہو جاتی ہے۔ دھندلا جاتا ہے چاند دکھتا ہی نہیں۔ اللہ تعالی کہتے ہیں کل چمکتا ہوا چاند آج دھندلا گیا، تم کس بات کا تکبر کرتے ہو، کس بات پہ فخر کرتے ہو کہ آج بہت خوبصورت ہو ہمیشہ خوبصورت نہیں رہو گے۔ یہ حسن ختم ہو جائے گا۔ یہ سفید رنگ پیلا پڑ جائے گا، پھر گندمی ہو جائے گا۔ یہ کالے بال سفید ہو جائیں گے۔ تم دن بدن محو ہو رہے ہو۔ کل تک تم دنیا والوں کی ضرورت تھے۔ آج تم میں کمزوریاں آئیں تو لوگوں کو تمہارے بغیر ہی کام کرنا آسان لگ رہا ہے۔ اور ایک وقت آئے گا کہ تم بوجھ بن جاؤ گے۔ کل تک تم پکا کے کھلا رہے تھے۔ کل تمہیں کوئی کھلائے گا، آج تم نے اتنے بوجھ اٹھائے ہوئے ہیں۔ بچوں کو سنبھالا ہوا ہے۔ کل سب مل کر بھی تمہارا بوجھ نہیں اٹھا سکتے۔ سوچو کس انجام کی طرف جا رہے ہو؟

تم گھل رہے ہو نمک کی طرح، تمہاری زندگی ہر دن کمزوری کی طرف آرہی ہے۔ جتنی مرضی خوراک اس کو کھلا لو، جتنی مرضی اسکو بچالو، تم نہیں بچو گے۔ تم چل رہے ہو، تم کو واپس اُدھر جانا ہے۔ اس دنیا میں جہاں تم کو زوال نہیں آئے گا، جہاں تمہارا حسن ماند نہیں ہو گا، جہاں تم بیمار نہیں ہو گے، جہاں تمہیں موت نہیں آئے گی۔ بیماری نہیں آئے گی، رات نہیں آئے گی، کیا تمہیں پھر بھی اللہ تعالی کے فیصلے پسند نہیں آتے؟

پھر بھی تم چاہتے ہو کہ اس دنیا میں بھی ساری زندگی تمھاری پسند کی ہو جائے۔ جو میں چاہتا ہوں جیسا میں چاہتا ہوں ویسا ہو جائے، تو ایسا کبھی نہیں ہوتا۔

دیکھیں یہاں اللہ تعالی نے رات اور دن کی مثال دے کر بتا دیا کہ تمہاری زندگی میں ترتیب ہونی چاہیئے۔ رات کو آرام، دن کو کام۔ جن کی رات آدھی رات گزرنے کے باوجود بھی ختم نہ ہو بلکہ شروع ہو جتنی رات بھیگتی جائے اتنے سر اور تال بھیگتے جائیں۔ اور جتنا دن روشن ہو اتنا اسکی آنکھوں میں نیند کا خمار آنے لگے۔ وہ کہاں اللہ کے فیصلوں کو قبول کریں گے، وہ کہاں اللہ کا پیغام دینے کو نکلیں گے۔ وہ کہاں اللہ کی اس کتاب کو اپنے سینے میں ڈالیں گے، یہ نہیں کر سکتے جب تک قواعد اور ضوابط پہ نہیں چلیں گے، پابند نہیں ہوں گے، تب تک کائنات کو فائدہ نہیں دیں گے۔

رات میں چاہے جتنی خوبیاں ہوں اگر قاعدے کی پابند نہ ہو۔ آپ بیٹھے کام کر رہے ہیں، ایک دم رات آگئی! فائدہ ہوا اس رات سے۔ کیا پتا چلا! آپ میں کتنی خوبیاں کیوں نہ ہوں،، جب تک آپ قواعد ضوابط کو نہیں مانیں گے تو لوگ آپ کی خوبیوں سے فائدہ نہیں اٹھا سکیں گے۔

کتنے خوبیوں والے لوگ قبر میں جا چکے، منوں مٹی کے نیچے چلے گئے۔ لیکن من موجی تھے کسی پابندی میں نہیں آنا چاہتے تھے! اپنی مرضی سے کام کرتے تھے، تو لوگ ان سے فائدہ نہیں اٹھا سکے۔

اللہ تعالی کہتے ہیں کہ تم بھی اپنے آپ کو ضائع ہونے سے بچالو۔ تو پھر سوچو اگر مسلسل رات ہوتی تو کیا بنتا؟ تو اگر مسلسل دن ہوتا تو کیا بنتا؟

اپنی ذات سے اللہ کو پہچانو۔

اب دیکھیں رات ٹھنڈی تو دن گرم، دن ٹھنڈے تو راتیں گرم! کیا بتاتی ہیں، کہ مختلف مزاج کے لوگوں کے ساتھ رہنا پڑے تو رہو۔ سارے تمہاری پسند کے لوگ نہیں ہوں گے۔ سارے بچوں کو تم اپنی مرضی کا نہیں کر سکتے۔ شوہروں کو تم اپنے اشاروں پہ نہیں نچا سکتے۔ اس لئے برداشت کرو غور کرو یہ سب کچھ اللہ تعالی نے کیوں بنا دیا۔

کس طرح اللہ تمہیں سکھا رہا ہے کہ جس طرح رات کی تاریکی کو صبح کی روشنی ختم کرتی ہے۔ اسی طرح جہالت کو بھی علم ختم کر دے گا۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب لوگوں کو ھدایت کا پیغام دیا تو لوگ بوڑھے کھوسٹ ہو چکے تھے۔ کئی سالوں سے بت پوج رہے تھے لیکن ایک وقت آیا اللہ نے دل کھول دیئے، تو وہ مواحد بن گئے۔

اسی طرح ہم کو بھی اس سے سبق ملتا ہے یہ جو دن ہے یہ حق ہے۔ حق کا اجالا آتا ہے تو گمراہی کی رات ختم ہو جاتی ہے۔ فکر نہ کرو کہ تم لوگ تھوڑے ہو! راتیں کبھی لمبی تو کبھی چھوٹی ہیں، دن کبھی لمبے تو کبھی چھوٹے ہیں۔ اشارہ کیا جا رہا ہے کہ کفر اب ختم ہونے والا ہے۔ یہ راتیں اب ختم ہو جائیں گی۔

حق کا آفتاب طلوع ہونے والا ہے۔ اسکی کرنیں باطل کو ختم کریں گیں اور ہر طرف اجالا ہو گا۔

اللہ ہماری زندگیوں میں وہ وقت لائے کہ ہم حق کو پھیلتا دیکھیں۔

ہم سورۃ توبہ میں پڑھ چکے ہیں اور آگے بھی ہم پڑھیں گے۔ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ اس نبیؐ کو بھیجا ہی اس لئے تھا کہ دنیا کے سارے ادیان پر اسکو غالب کریں۔

اسلام پھیل رہا ہے کفر ختم ہو رہا ہے۔ لھٰذا تم اس سے فائدہ حاصل کرو۔ کچھ غور کرنے کی باتیں ہیں؛

دن کی نشانی کیا ہے وہ دکھاتا ہے۔ یہاں آپ دیکھیں ہم دن کو دیکھ رہے ہیں حق یعنی قرآن دین اسلام ہے دن کی روشنی۔ اب جو لوگ دین اور قرآن کے بغیر زندگی گزار رہے ہیں، تو وہ اندھیروں میں گاڑیاں چلا رہے ہیں۔ اسٹریٹ لائٹ بھی نہیں ہے گاڑی کی بھی لائیٹ نہیں ہے اور آگے گہرا کھڈا ہے یا سمندر ہے۔ کیوں دکھایا ہمیں حق؟

کیوں تم اس روشنی حق کو اپنی زندگی میں طلوع کرو؟ تاکہ اللہ کا فضل پاؤ۔ دنیاوی مال بھی تم کو مل جائے گا اور اللہ نے دن دیا، تم کو رزق کی تلاش کے لئے۔ اٹھو کام کرو محنت کرو۔ روشن ہو جائے گا دن اور ساتھ ہی ساتھ فرمایا؛ وَلِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ ط

یہ بہت ہی اہم بات ہے اللہ تعالیٰ نے یہ رات اور دن بنائے مجھے لگتا ہے یہ دونوں کپل ہیں۔

میاں، بیوی کہہ لیں، دوساتھی کہہ لیں، جم کے کام کر رہے ہیں۔ اپنے اپنے حصے کا کام کر رہے ہیں۔ وقت کے پابند ہیں۔ جو ان کو کام دیا ہوا ہے، اسکو اچھے طریقے سے نبھا رہے ہیں۔ ایک دوسرے میں

دخل اندازی نہیں کر رہے۔ دن رات کو کہے کہ لاؤ میں تمہارا تھوڑا سا کام کر دوں۔ رات کہے میں تھوڑا سا میں تمھارا کر دوں۔

نہیں دونوں نے اپنی شناخت قائم رکھی ہے۔ بس یہ دو ہی کافی ہیں پورے سال کا حساب رکھنے کے لئے۔

(وَلِتَعۡلَمُوۡا عَدَدَ السِّنِيۡنَ وَالۡحِسَابَ۔۔) سن کیا ہے سال کے 365 دن

اور ماہ و سال کا حساب معلوم کر سکو اِسی طرح ہم نے ہر چیز کو الگ الگ ممیز کر کے رکھا ہے ﴿١٢﴾ کیا ہے ہر مہینہ اس کے ہفتے، پھر اسکے دن، اسکے گھنٹے، منٹ، سیکنڈ۔ اگر ہمارے پاس حساب نہ ہوتا تو کیا ہم فائدہ اٹھا سکتے تھے؟

کتنی عبادات ضائع ہو جاتیں، پتا ہی نہ چلتا دس محرم کا روزہ کب رکھنا ہے۔ پتا ہی نہ ہوتا ذوالحج کی نو تاریخ کب ہے یا حج کیسے کرتے! کیا پتا چلا کہ وہ قومیں جو ڈسپلن کو قائم رکھنے رکھتی ہیں، وہ وقت سے بھرپور طریقے سے فائدہ اٹھاتی ہیں۔

آج کیا حال ہے؟ عشرۂ حج آیا پتا نہیں، ایام بیض کے دن کب آئے پتا نہیں! کب چاند آیا کب گیا پتا نہیں۔ دن کب بڑا ہوا کب چھوٹا پتا نہیں۔ اس مرتبہ چودہ کا چاند چار کو نکل آیا، اس مرتبہ تیرہ تاریخ دو کو ہی آ گئی۔ سب کچھ الٹ پلٹ ہو جاتا۔ کون روزے رکھتا پیر اور سوموار کو اگر سورج اور چاند بیٹھ کے کام نہ کر رہے ہوتے۔

عدت کا کیسے پتا چلتا۔ زکاۃ کا حساب کیسے کرتے، یہ پورے عبادات کا حصہ ہے۔ اللہ نے ایک ایک چیز بتا دی کہ سورج نکلے گا تو فجر ہو گی۔ دن ڈھلے گا تو ظہر ہو گی، رات ڈھلے گی تو عشاء ہو گی۔

اللہ تعالی کہتے ہیں؛ وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِيْلًا۔۔

ہم نے کونسی چیز چھوڑی ہے تمھاری زندگی کی ایک ایک چیز کھول کھول بتا دی۔ تاکید کے لئے یہاں تفصیل سے آ گیا ایک ہی لفظ جو بار بار آجائے اسکی تکرار پائی جاتی ہے۔ اس کو مفلوقِ مطلق کہتے ہیں۔

اللہ تعالی کہ رہے ہیں کہ دو لوگ اگر صیح کام کرنے والے ہوں تو کائنات چل جاتی ہے۔ دس لوگ ہوں اور من مانی کرنے والے ہوں تو کام نہیں بنتا۔ اللہ کرے ہم مسلمان کائنات کے اس سبق کو سیکھ سکیں۔

ہم کہتے ہیں ہم تھوڑے ہیں، ہمارے اندر طاقت نہیں، ہمارے اندر کمزوریاں ہیں، ہمارے ملک میں سہولیات نہیں، ہمارے ملک میں بجلی کی کمی، پانی کی کمی، نہیں! ہمارے ملک میں دو نہیں بلکہ ایک ہی مردِ مومن آجائے اسب کو ٹھیک کر سکتا ہے۔ شرط کیا ہے انسان خود کو بھی ٹھیک کرنے والا ہو۔

پھر اللہ تعالی ان کی مدد کرے گا پھر یہ باتیں آگے بہت جگہ پہ آئیں گے۔ سورت القصص آیت 71-72؛ میں اللہ تعالی نے تو ہلا کر رکھ دیا۔

"لوگو کیا تم نے کبھی غور کیا؟ اگر اللہ ہمیشہ کی رات تم پہ کر دے؛

کیا کرو گے؟ سوچ کے ہی ڈپریشن ہونے لگتا ہے۔ سردیوں میں سورج نہ دکھے، نکلتا ہے، روشنی تو ہوتی ہے۔ آپ سوچیں ایک سال پورا سورج نہ نکلے۔ لوگ ڈپریشن سے گھروں سے نکلنا ہے چھوڑ دیں

گے۔ دن نکلے اور رات ہو ہی نہ سارا وقت کام کر کر کے تم تھک جاؤ۔ یا سارا وقت بس پیسہ کمانے کے چکر میں گھر ہی نہ آؤ۔ یہ تو شکر ہے رات آتی ہے تم کو اٹھا کے لے جاتی ہے اور تم ارام کرتے ہو۔

سورۃ النباء میں بھی آتا ہے: ہم نے رات کو لباس کی طرح بنا دیا۔ دن کو تمہارے لئے معاش کا سبب بنایا۔

اب یہاں سے آپ کو ایک اور فطرت کا خوبصورت اصول دیکھنے کو ملے گا۔ کہ رات ہمیشہ پہلے آتی ہے۔ دیکھیں یہاں آیت الیل پہلے کہا، اور نہار بعد میں۔ عموماً ہم اس کا الٹ کہتے ہیں۔ سولر سسٹم میں، جیسے آپ جنوری، فروری، مارچ کو لے رہے ہیں۔

یا سنڈے، منڈے کو لے لیں اس میں دن کے حساب سے چل رہا ہے۔ رات بعد میں آتی ہے۔

لیکن عرب چاند کے حساب سے یہ چیز چلتی ہے، تو رات سے یہ حساب شروع کرتے ہیں، مغرب کے بعد سے دن شروع ہوتا ہے۔

کبھی آپکو اتفاق ہوا ہو کہ ابھی اقامہ کی تاریخ ہے چلو فورا ویزہ لگا لیں۔ جب آپ جائیں تو وہ کہتے ہیں تاریخ ختم ہو گئی کیونکہ انکے حساب سے دن مغرب کے بعد سے شروع ہو جاتا ہے۔ چاند کے حساب سے دوسرا دن لگ گیا۔ ہمارے ملکوں میں تاریخ ہمیشہ سورج کے حساب سے بدلتی۔

یہاں فطرت کا اصول دیکھئے رات پہلے آتی ہے پھر روشنی ہے۔ روشنی تک پہنچنے کے لئے اندھیروں سے گزرنا پڑتا ہے۔ استاد بننے کے لیے پہلے شاگرد بننا پڑتا ہے۔ کسی کو سکھانے سے پہلے خود سیکھنا پڑتا ہے۔ جیسے سیکھتے ہیں ویسا سکھانا پڑتا ہے۔ جیسا کام آج کریں گے کل ویسا کرائیں گے۔

فطرت کا اصول بتایا جارہا ہے۔ آپ دیکھیں دانہ پہلے اندھیروں میں پڑا رہتا ہے۔ پھر پودا بنتا ہے۔ بچپن بھی دیکھیں تو اندھیرا ہی ہے۔ نہ بول سکتے ہیں نہ بتا سکتے ہیں۔ لیکن وہاں ایک شخصیت کی تعمیر ہوتی ہے، ایک پرسنیلٹی کی تعمیر ہوتی ہے۔

اللہ کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم جس ماحول میں تھے چالیس سال تک وہاں اندھیرے ہی اندھیرے تھے۔

اسی کا اشارہ ہے سورت الاضحیٰ میں کیا آپ اندھیروں میں نہیں تھے کہ ہم نے آپکو راہ سیکھائی۔

تو مشکلات زندگی کا حصہ ہیں ہم چاہتے ہیں یہ کبھی نہ آئیں۔ حلانکہ جو اندھیروں میں نہیں رہ سکتا وہ روشنی کو کبھی نہیں پاسکتا۔ماں کے پیٹ میں کتنا اندھیرا ہوتا ہے!

کل قبر کے پیٹ میں بھی اندھیرا ہو گا،ماں کے پیٹ سے نکلے تو روشنی میں آئے دنیا کی چمک ملی۔

کل قبر کے اندھیروں سے نکلیں گے تو اگلی دنیا کے اُجالے ملیں گے۔

لیکن وہ لوگ جو صرف روشنیوں کے طلب گار ہوں، صرف انعام لینا چائیں، جو کام نہ کرنا چاہیں، جو پھل توڑنا چائیں لیکن بیج ڈال کے ہل نہ جوتنا چاہے، ان کو کبھی روشنیاں نہیں ملتیں۔ وقت ان کو ایسے پیس کے رکھ دیتا ہے کہ ان کے ہاتھ میں کچھ نہیں رہتا۔ جو آج کام کریں گے کل آرام پائیں گے۔

جو آج بے نام ہوں گے، کل نام پائیں گے۔ جو آج اپنی ہستی کو مٹا دیں گے، کل اللہ تعالی ان کو جاوداں کر دے گا۔ اور سب کچھ ان کے سامنے آجائے گا۔

اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ اللہ ہمیں اسکی توفیق عطا فرمائے۔